آزر

مولانا محمد ادریس میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ

''یہ مقالہ جامعہ کے سابق استاذِ حدیث، صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان اور ماہنامہ بینات کے مدیرِ مسؤل حضرت مولانا محمد ادریس میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ نے ''ادارۂ معارفِ اسلامیہ لاہور'' کے تیسرے اجلاس منعقدہ دہلی میں ندوۃ المصنفین دہلی کے نمائندہ کی حیثیت سے پڑھا تھا، پھر اپریل ۱۹۳۹ء میں ماہنامہ ''برہان'' دہلی میں اس مضمون کا ابتدائی حصہ شائع ہوا، حضرتؒ اس موضوع پر تفصیلی تحریر لکھنا چاہتے تھے، ہمیں جو حصہ ''برہان'' سے دستیاب ہوا، اس کی اِفادیت کے پیش نظر تقریباً ۷۷/ سال بعد ماہنامہ ''بینات'' قندِ مکرر کے طور پر اُسے شائع کر رہا ہے۔'' (ادارہ)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے باپ کا نام تورات میں تارح یا تارخ ہے اور قرآن کریم نے اُن کا نام آزر بتلایا ہے: ''وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ لِأَبِيهِ آزَرَ الخ ۔'' (الانعام) یہودی ذہنیت کے لیے قرآن پر نکتہ چینی کرنے کا یہ موقع ہاتھ آ گیا، چنانچہ ''انسائیکلوپیڈیا آف اسلام'' کا ایک مقالہ نگار لفظِ ''آزر'' کے تحت میں لکھتا ہے:

''قرآن میں ابراہیمؑ کے باپ کا نام ''آزر'' آیا ہے، مگر تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ درست نہیں، کیونکہ ابراہیمؑ کے باپ کا نام آزر سوائے قرآن کے اور کہیں نہیں پایا جاتا، اس کے برعکس تارح یا تارخ خود مسلمان مفسرین ومورخین کی روایات میں بھی موجود ہے۔ اسی لیے علماء اسلام قرآن اور تورات کے بیان میں موافقت پیدا کرنے کے لیے ایسی ایسی کمزور تاویلات کرنے پر مجبور ہو رہے ہیں جن کی کوئی قیمت نہیں۔''

مقالہ نگار کی اس تنقید کے تین جزو ہیں:

۱- ''آزر بجز قرآن کے اور کہیں نہیں ملتا۔''

اس کے متعلق گزارش ہے کہ اگر آزر بجز قرآن کریم کے اور کہیں نہیں ملتا تو تارح یا تارخ بھی بجز اسفارِ تورات کے اور کہیں دستیاب نہیں ہوتا۔ اگر یہ تفرد وجہِ غلط ہے تو تورات بھی اس سے خالی نہیں۔

اگر یہود کو یہ حق ہے کہ وہ تورات کے مقابلہ میں قرآن کی تغلیط کریں تو اسلامیین کو ان سے زیادہ اس تغلیط کا استحقاق حاصل ہے۔ ثبوت اور قطعیت کے لحاظ سے قرآن کریم کا مقام اس قدر رفیع ہے کہ کوئی آسمانی کتاب اس کی وعدیل نہیں، جو تواتر اور حفظِ صدور قرآن کریم کو حاصل ہے' کیا تورات بھی اس کے کسی حصہ سے بہرہ مند ہے؟! تورات تحریفاتِ یہود کا تختۂ مشق رہی ہے، قرآن کا ایک شوشہ بھی وحی آسمانی سے مختلف نہیں، لہٰذا مسیحیین کو اس تفرد کی وجہ سے قرآن پر نکتہ چینی کرنے سے پہلے اپنے گھر کی فکر کرنی چاہیے۔

۲-''تارح یا تارخ اسلامی مفسرین ومؤرخین کی روایات میں بھی موجود ہے۔''

اس کا جواب یہ ہے کہ: ''اے بادصبا! ایں ہمہ آوردۂ'' ان روایات کا ماخذ ومرجع صرف تورات ہے، اس کو بے احتیاطی کہیے یا آسمانی کتاب کا احترام کہ مفسرین ومورخینِ اسلام آزر کے ساتھ بصیغۂ تمریض یا بحوالۂ تورات تارخ بھی ذکر کردیتے ہیں، یہ اس رواداری کا صلہ ہے جو مسیحیین کی جانب سے ملا ہے، اچھا ہوتا کہ یہ مورخین ومفسرین قرآن کی تصریح پر قائم رہتے اور تارخ کا سرے سے انکار کردیتے، جیسے مسیحیین نے کیا۔

۳-''مؤرخین ومفسرینِ اسلام قرآن کریم وتورات میں موافقت پیدا کرنے کے لیے کمزور تاویلات تلاش کرنے پر مجبور ہوئے۔''

کس قدر پست ذہنیت کا مظاہرہ ہے کہ مؤرخین ومفسرینِ اسلام تو قرآن کریم اور اسفارِ تورات میں وجۂ توفیق تلاش کریں اور مسیحیین ان وجوہ کو تحاویل سے .. کریں اور ان کے اس فعل کو اضطرار سے۔

ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حالات میں اسی کتاب کا ایک اور مقالہ نگار لکھتا ہے:

''قرآن میں آیا ہے کہ ابراہیم ''آزر'' کے بیٹے ہیں، مگر تحقیق سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ نام ابراہیمؑ کے خادم ''یعازر'' سے ماخوذ ہے۔''

گویا قرآن کریم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے خادم ''یعازر'' کے نام کو ان کے باپ کا نام قرار دے کر العیاذ باللہ ایک صاف اور صریح غلطی کا ارتکاب کر رہا ہے اور اسفارِ تورات اس کی تصحیح کرتی ہیں۔

کیا مسیحیین کے پاس اس کا کوئی ثبوت ہے کہ خادمِ ابراہیمؑ کا نام ''یعازر'' تھا؟ عہد جدید یا عہدِ عتیق میں کہیں ''یعازر'' نامی ابراہیم علیہ السلام کا کوئی خادم مذکور ہے؟ اگر جواب نفی میں ہے اور یقیناً نفی میں ہے تو پھر قرآن جیسی قطعی اور متواتر کتابِ آسمانی کی تصریح کے مقابلہ پر ایسے بے سروپا مآخذ تجویز کرنا مقامِ تحقیق سے کس قدر گری ہوئی چیز ہے۔

اسی کتاب کا ایک مقالہ نگار ''آزر'' کے تحت میں اسلامی روایات کی تردید کرنے کے بعد لکھتا

ہے: ''مراتشی (Maracci) کہتا ہے کہ: ''آزر'' لفظ ''Aoaq'' کی بگڑی ہوئی صورت ہے جو یوز یبوس کی ''تاریخ کنیسہ'' میں موجود ہے، مگر یوز یبوس اور اس کے متبعین نے وہ فقرہ نہیں بتلایا جس میں یہ لفظ آیا ہے .... بہرحال کچھ بھی ہو ''مراتشی'' کا قول بہت بعید ہے۔''

جس طرح ''مراتشی'' کا بیان کردہ ماخذِ اشتقاق عدمِ ثبوت کی بنا پر صواب سے بعید ہے، اسی طرح ''یعازر'' والا ماخذ بھی ثبوت مہیا نہ ہونے کی وجہ سے ساقط الاعتبار ہونا چاہیے۔ یوز یبوس کی ''تاریخ کنیسہ'' میں اگر کوئی ایسا فقرہ نہیں جس میں یہ نام آیا ہو تو کتابِ مقدس میں بھی کوئی ایسا فقرہ نہیں جس میں ابراہیم علیہ السلام کے خادم کا نام ''یعازر'' آیا ہو۔

بہرصورت اس مقام پر اس مقالہ نگار نے اس خیال کی تائید کردی جو عام طور پر قائم ہو چکا ہے کہ ریسرچ کے پردہ میں اسلامی روایات کی تنقیص مسیحی مصنفین کا شعار بلکہ تبلیغی مشن ہے۔

''آزر''

اس لفظ کی تحقیق کے سلسلہ میں ائمہ لغت کے دو قول ہیں:

۱- ''آزَرُ'' بروزن ''أَفْعَلُ'' اسم تفضیل اور ''أَزْرٌ'' بمعنی قوت وشدت سے ماخوذ ہے اور منع صرف کی وجہ وصفیت وعلمیت ہے اور عربی میں ''آزر'' عبرانی میں ''تارخ'' دونوں ابراہیم علیہ السلام کے باپ کے نام ہیں، جس طرح یعقوب واسرائیل ایک ہی شخص کے دو نام ہیں۔

۲- ''آزَرُ'' بروزن ''فَاعَل'' تارَخ، فالغ شالخ وغیرہ کی طرح عبرانی لفظ ہے اور اس کے منع صرف کی وجہ عجمی اور علمیت ہے۔

علامہ زمخشری فرماتے ہیں:

''والأقرب أن يكون آزَر فاعَل كعابر وشالخ وفالغ فعلٰى هٰذا هو ممنوع من الصرف للعلمية والعُجمة۔''

اور اس صورت میں آزر، ''تارخ'' کی تعریب ہے، جس طرح اسحاق ''اضحک'' یا ''اصحاق'' کا معرب ہے اور عیسیٰ ''ایشوع'' کا۔ لسانیات وفیلالوجی کا مسئلہ ہے کہ ایک زبان کا لفظ دوسری زبان میں جانے کے بعد اپنی اصلی صورت پر قائم نہیں رہتا، بالخصوص لغتِ عرب کہ غیر زبان کا کوئی لفظ یا اسم عربی میں آکر اصلی حالت پر باقی رہ ہی نہیں سکتا۔

تعریب کا کوئی مقررہ ضابطہ نہیں، بعض الفاظ واسماء میں خفیف سا تغیر ہوتا ہے، بآسانی سمجھا جاسکتا ہے کہ یہ کس لفظ کی تعریب ہے، جیسے ابراہیم وابراہام اور ہارون وہاران اور بعض الفاظ تعریب کے قالب میں ڈھل کر کچھ سے کچھ بن جاتے ہیں، مادہ اور صورت دونوں بدل کر ایک نئی صورت اختیار

کر لیتے ہیں، جیسے اسحاق اور لفظ فلسفہ کہ یونانی کے لفظ ''فیلاسوف'' سے اور ''زط'' کہ ہندی کے لفظ جاٹ اور جڈ سے معرب ہے۔ لسانیات کا مطالعہ اس مسئلہ میں پوری رہنمائی کرتا ہے۔ لہٰذا ہم پورے وثوق کے ساتھ کہتے ہیں کہ آزر تارخ کی تعریب ہے اور قرآن وتورات میں کوئی اختلاف نہیں، حریفوں کو نکتہ چینی اور خوردہ گیری کرنی تھی، ورنہ بات کچھ نہ تھی:

اتنی سی بات تھی جسے افسانہ کردیا!

ہم اپنی اس رائے کی تائید وسند میں امام راغبؒ کا قول پیش کردینا کافی سمجھتے ہیں جو لغت اور غریب القرآن کے مسلّم اور یگانہ امام ہیں: ''**کان اسم أبیہ تارخ ، فعرب فجعل آزر**۔''

ایک اور نکتہ بھی اس مسئلہ میں ہماری رہنمائی کرتا ہے، وہ یہ کہ آزر اور تارخ کے معنی عبرانی میں بالکل ملتے جلتے ہیں، چنانچہ ائمہ لغت آزر کے معنی عبرانی میں معوج، خاطی، ضال وغیرہ بتلاتے ہیں اور تارخ کے معنی متکاسل، گویا ہر دو لفظ عیب وخطا کے مفہوم کو ادا کرتے ہیں، اس لیے یقین ہوتا ہے کہ فی الحقیقت آزر تارخ کا معرب ہے۔

ان مورخین ومحققین سے زیادہ ہمیں اپنے ان غیر محتاط مفسرین ومورخین سے شکایت ہے جنہوں نے اسفارِ تورات کے بیان سے مرعوب ہوکر ابراہیم علیہ السلام کے باپ کا نام تارخ یا تارح تسلیم کرلیا اور قرآن کی تغلیط پر مہرِ تصدیق ثبت کردی، مسیحی محققین انہی کی روایات کو تورات کی تائید وحمایت میں پیش کررہے ہیں:

من از بیگانگاں ہرگز نہ نالم
کہ بامن ہرچہ کرد آں آشنا کرد

کس قدر حیرت واستعجاب کا مقام ہے کہ قرآن کریم کے صاف اور صریح قطعی بیان میں تو تاویلات شروع کردیں اور تورات جو تحریفاتِ یہود کا تختۂ مشق ہے جس کے متعلق قرآن بانگ دہل ''یُحَرِّفُوْنَ الْکَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِہٖ'' کا اعلان کررہا ہے، اس کے بیان کو ہوبہو تسلیم کرلیا، لغت کے مشہور امام زجاجؒ اور فراءؒ کہتے ہیں: ''**لیس بین النسابین والمورخین اختلاف فی کون اسمہٖ تارخ أو تارح**۔'' ...... ''تمام علماء انساب ومورخین اس پر متفق ہیں کہ ابراہیم علیہ السلام کے باپ کا نام تارخ یا تارح تھا۔''

مشہور امام تفسیر مجاہدؒ کہتے ہیں: ''**آزر لم یکن بأبیہ ولکنہٗ اسمُ صنم**۔'' .... ''آزر ابراہیمؑ کے باپ نہ تھے، بلکہ یہ بت کا نام ہے۔''

سدّیؒ فرماتے ہیں: ''**اسم أبیہ التارح واسم الصنم آزر**''۔ ترجمہ: ''ابراہیمؑ کے باپ کا

نام تارح تھا اور بت کا آزر۔‘‘

حالانکہ ان اقوال کی کوئی سند نہیں، نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس سلسلہ میں کوئی مرفوع روایت ثابت ہے اور نہ قدماءِ عرب اور علماءِ انساب سے، صرف تورات کا بیان ہے اور بس، دراصل یہ کعب احبار اور وہب بن منبہ ایسے علماءِ اہلِ کتاب کی عنایت ہے کہ خود بھی اسلام میں آئے اور اپنے ساتھ اسی قسم کی بہت سی بے سروپا روایات بھی لیتے آئے۔ امام رازیؒ ’’کبیر‘‘ میں فرماتے ہیں:

’’وأما قولهم أجمع النسابون علٰی أن اسمهٗ کان تارخ ، فنقول هذا ضعیف لأن ذلک الإجماعَ إنما حصل لأن بعضَهم یقلد بعضا وبالأخرة یرجع ذٰلک الإجماع إلٰی قول الواحد والاثنین مثلَ قول کعب ووهب وغیرهما وربما تعلقوا بما یجدون من أخبار الیهود والنصارٰی ولاعبرةَ بذٰلک فی مقابلة صریحِ القرآن۔‘‘ (تفسیر کبیر)

ترجمہ:......’’ان حضرات کا یہ فرمانا کہ علماءِ اسلام کا اس پر اتفاق ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کے باپ کا نام تارخ تھا‘ ہمارے خیال میں درخورِ اعتناء نہیں، کیونکہ اس اجماع کا راز ایک کورانہ تقلید میں مضمر ہے، پایان کار اس اجماع کی بنیاد کعب اور وہب جیسے افراد کے بیان پر ہے جو یہود ونصاریٰ سے سنی سنائی باتیں بلاتحقیق نقل کردیتے ہیں، جن کی قرآن کی صریح نصوص کے مقابلہ میں کوئی قدر وقیمت نہیں۔‘‘

ان مورخین ومفسرین کی اس کورانہ تقلید اور غیرمحتاط علماءِ اہلِ کتاب کی اس سعی نامشکور سے اسلامی روایات کو یہ نقصان پہنچا کہ آج ان مستشرقین کو نصوصِ قرآن کے متعلق اس دریدہ دہنی کی ہمت ہوئی، نہ یہ حضرات قرآن کی قطعی اور صریح نصوص کو چھوڑ کر اسرائیلیات کی اس خرافات کو نقل کرتے، نہ ان گستاخوں کو اپنی ہرزہ سرائی کے لیے ان کی تائید وحمایت میسر آتی اور لطف یہ ہے کہ علماءِ راسخین ابتداء ہی سے نصوصِ قرآنی پر سختی کے ساتھ قائم ہیں، امام بخاری علیہ الرحمۃ تاریخ کبیر میں ابراہیم علیہ السلام کو آزر کا بیٹا قرار دیتے ہیں اور فرماتے ہیں:

’’واللّٰه سماه آزر وإن کان عند النسابین والمورخین اسمهٗ تارخ لیعرف بذلک۔‘‘

ترجمہ:......’’مورخین ونسابین اگرچہ ان کا نام تارخ بتلاتے ہیں، مگر اللہ پاک نے ان کو آزر کے نام سے موسوم کیا، تاکہ اسی نام سے وہ پہچانے جائیں۔‘‘

سید رشید رضا مصری علیہ الرحمۃ تفسیر ’’المنار‘‘ میں امام بخاریؒ کا یہ قول نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

’’فقد اعتمد أن آزر هو اسمهٗ عند اللّٰه أی فی کتابهٖ فإن أمکن الجمع بین القولین فبها وإلاردَدنا أقوالَ المورخین وسفر التکوین لأنهٗ لیس حجة عندنا ، حتی نعتد بالتعارض بینهٗ وبین ظواهر القرآن بل القرآن هو المهیمن علی ما قبلهٗ نصدق

ماصدقۂ و نکذب ما کذبۂ ونلتزم الوقف فیما سکت عنه حتی یدل علیه دلیل ۔‘‘

ترجمہ:...... ’’دیکھیے ! امام بخاریؒ اس پر اعتماد کرتے ہیں کہ عند اللہ ابراہیم علیہ السلام کے باپ کا نام آزر ہے، اب اگر کوئی صورت رفع اختلاف کی ہوتو فبہا، ورنہ ہم بلا تامل نصوصِ قرآن کے مقابلہ میں مورخین اور سفرتکوین کے بیان کو رد کردیں گے، کیونکہ یہ ہمارے نزدیک ان معتد بہ دلائل میں سے نہیں جو نصوصِ قرآن کے مقابلہ پر آسکیں، بلکہ قرآن ہی کتب سابقہ اور تاریخ کے لیے مصدق اور شاہد عدل ہے، جن چیزوں کی قرآن نے تصدیق کی وہ مقبول ہیں اور جن کی تردید کی ہے وہ مردود اور جن میں سکوت کیا ہے، ان میں ہم بھی توقف کریں گے، یہاں تک کہ کوئی دلیل اس پر قائم ہو جائے۔‘‘

امام رازیؒ مفسرین کی وہ ہی تاویلات نقل فرمانے کے بعد جن کی مدونینِ ’’انسائیکلو پیڈیا آف اسلام‘‘ تضحیک کررہے ہیں، فرماتے ہیں:

’’واعلم أن ھذہ التکلفات إنما یجب المصیر إلیھا لو دل دلیل باھر علٰی أن والدَ ابراھیم ما کان اسمۂ آزر وھذا الدلیل لم یوجد ألبتة ، فأی حاجة تحملنا علی ھذہ التاویلات والدلیل القوی علٰی صحتہٖ أن الیھود والنصارٰی لم یکذبوہ وقتَ نزولِ القرآن مع شدۃِ حرصھم فی تکذیبہٖ ۔‘‘

ترجمہ:...... ’’یاد رہے ان تکلفات کو اختیار کرنے کی ضرورت اس وقت ہے جبکہ کوئی صاف وصریح دلیل اس پر قائم ہو جائے کہ ابراہیم علیہ السلام کے باپ کا نام آزر نہ تھا، حالانکہ اب تک کوئی اس قسم کی دلیل قائم نہیں ہوئی، پھر ہمیں کیا ضرورت پڑی ہے کہ ہم ان تاویلات کو اختیار کریں۔ بیانِ قرآن کی صحت کی ایک بڑی دلیل یہ ہے کہ نزولِ قرآن کے وقت یہود ونصاریٰ نے اس کی تردید نہ کی، حالانکہ وہ تکذیب وتردیدِ قرآن پر بے حد حریص تھے۔‘‘

لہٰذا ہم پورے وثوق کے ساتھ کہتے ہیں کہ ابراہیم علیہ السلام کے باپ کا نام آزر تھا اور تورات کا بیان اگر تحریف یہود پر مبنی نہیں تو پھر اس کو قرآن حکیم کے موافق بنانے کے لیے کوئی اور توجیہ تلاش کیجئے، خواہ یہ کہیے کہ آزر اور تارخ دونوں نام تھے، جس طرح یعقوب و اسرائیل دونوں ایک ہی شخص کے نام تھے۔ یا آزر نام تھا اور تارخ بمعنی متکاسل لقب، تورات میں لقب مذکور ہے، قرآن نے اصلی نام سے دنیا کو آگاہ کیا۔ یا اس کے برعکس تارخ نام تھا اور آزر بمعنی مخطی لقب اور قرآن حکیم نے ایک خطاکار کو اس کی خطا پر متنبہ کرنے کے لیے ایسے عنوان سے خطاب کیا جو اس کی خطاکاری پر مہر تصدیق ثبت کرتا ہے۔ یا آزر اس بڑے بت کا نام تھا جس کا وہ پرستار تھا اور قرآن حکیم نے بت پرستی کی لعنت کو نمایاں کرنے کے لیے اصلی نام کے بجائے آزر کے لقب سے یاد کیا جو بت پرستی کے طفیل میں انہیں ملا تھا۔ یا

آزر کو تارخ کا معرب کہیے، جیسا کہ امام راغبؒ کی رائے ہے اور یہی ہماری تحقیق ہے۔

بہر حال یہ وجوہِ توفیق اپنی اپنی جگہ پر لائق قبول سہی، مگر ہمیں ان کی ضرورت نہیں، قرآن کا فیصلہ آخری اور ناطق ہے، تورات وانجیل کو قرآن کے مطابق کیا جائے گا، قرآن کو اُن کے موافق نہیں بنایا جاسکتا ہے، وہ اپنی جگہ بالکل محفوظ ہے۔

''وَإِنَّهُ لَكِتَابٌ عَزِيزٌ لَايَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ تَنْزِيلٌ مِّنْ حَكِيمٍ حَمِيدٍ۔''

ترجمہ:...... ''قرآن ایک کتاب عزیز ہے، جس میں پس وپیش کسی جہت سے بھی باطل کا گزر نہیں، وہ دانا وستودہ خدا کی اتاری ہوئی کتاب ہے۔''

ہمارے تعجب کی کوئی انتہا نہیں رہتی جب ہم اپنے مفسرین کو یہ کہتے ہوئے سنتے ہیں کہ آزر ابراہیم علیہ السلام کے چچا تھے، مجازاً ان کو باپ کہہ دیا گیا ہے، جس طرح حضرت اسماعیل علیہ السلام کو آباء یعقوب میں شمار کیا گیا ہے:

''نَعْبُدُ إِلٰهَکَ وَإِلٰهَ آبَاءِکَ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ۔''

ترجمہ:...... ''ہم تیرے خدا کی اور تیرے آباء ابراہیم، اسماعیل اور اسحاق کے خدا کی عبادت کریں گے۔''

حالانکہ اس مجاز کے لیے ان حضرات کے پاس کوئی قرینہ نہیں اور ''وَإِلٰهَ آبَاءِکَ'' میں ''آباء'' کی جمعیت خود اس بات کا قرینہ ہے کہ یہاں حقیقی باپ مراد نہیں کہ وہ ایک ہی ہوتا ہے۔ ''آباء'' کو جب بھی جمع لایا جاتا ہے تو اس سے باپ، دادا، چچا، تایا مراد ہوتے ہیں، کیا ''إِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ لِأَبِيهِ'' میں بھی یہ حضرات کوئی اس قسم کا قرینۂ مجاز پیش کر سکتے ہیں؟ پھر بلا کسی قرینہ اور ثبوت کے کس طرح اور کیوں مان لیا جائے کہ یہاں ''أَبِيهِ'' سے چچا مراد ہیں، نہ اس کے لیے کوئی مرفوع حدیث ہے، نہ تاریخی روایت، نہ علماء انساب کی کوئی تصریح، نہ تورات کا کوئی بیان اور نہ صرف اس ایک مقام پر بلکہ قرآن میں جہاں بھی ''لِأَبِيهِ'' آیا ہے، اس سے یہی فرضی چچا مراد لینا اور تمام کفر وشرک اور بت پرستی وکواکب پرستی اسی فرضی چچا کے سر لگا کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے باپ کو اس سے بری ثابت کرنا بہت بڑی جسارت ہے۔

قرآن حکیم تو کھلے لفظوں میں ابراہیم علیہ السلام کے باپ کے کفر اور عدو اللہ ہونے کا اعلان کرے، ابراہیم علیہ السلام اپنے کافر باپ سے براءت اور بیزاری کا اظہار فرمائیں، بخاری ومسلم کی صحیح احادیث اس کی تائید کریں، اور یہ ہمارے مفسرین اُسے مومن وموحد ثابت کریں۔

بسوخت عقل زِ حیرت کہ ایں چہ بوالعجبی ست

''وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ إِبْرَاهِيمَ لِأَبِيهِ إِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَا إِيَّاهُ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُ أَنَّهُ عَدُوٌّ لِلّٰهِ تَبَرَّءَ مِنْهُ إِنَّ إِبْرَاهِيمَ لَأَوَّاهٌ حَلِيمٌ۔''

ترجمہ:......''ابراہیم علیہ السلام کا اپنے باپ کی مغفرت چاہنا صرف ایک وعدہ کی بنا پر تھا جو انہوں نے ان سے کیا تھا، جب ان کو معلوم ہوا کہ وہ اللہ کا دشمن ہے تو اس سے بیزاری کا اعلان کر دیا، بیشک ابراہیمؑ بہت نرم دل اور بردبار ہیں۔''

یہ تمام سعی نامحمود صرف اس لیے ہے کہ آدم علیہ السلام سے لے کر عبد المطلب تک تمام اجداد نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مومن وموحد ثابت کریں، حالانکہ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ تصریح فرمارہے ہیں کہ یہ شیعہ کا عقیدہ ہے، آباء و اجداد نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایمان کے سلسلہ میں ایک عجیب استدلال پیش کیا جاتا ہے، علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ روح المعانی میں فرماتے ہیں:

''والذی عول علیه الجم الغفیر من أهل السنة أن آزر لم یکن والد إبراهیم علیه السلام وادعوا أنهٗ لیس فی آباء النبی صلی اللّٰه علیه وسلم کافر أصلا لقولهٖ علیه الصلوٰة والسلام لم أزل أنقل من أصلاب الطاهرین إلٰی أرحام الطاهرات والمشرکون نجس وتخصیص الطهارة بالطهارة من السفاح، لادلیلَ لهٗ والعبرة لعموم اللفظ لا لخصوص السبب والقول بأن ذٰلک قول الشیعة کما ادعاه الرازیؒ ناشئ من قلة التتبع وأکثر هؤلاء علٰی أن آزر اسم لعم إبراهیم علیه السلام۔''

ترجمہ:......''علماء اہل سنت کا جم غفیر جس پر اعتماد کرتا ہے وہ یہ ہے کہ آزر ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے باپ نہ تھے اور اُنہوں نے دعویٰ کیا ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آباء کرام میں قطعاً کوئی کافر نہ تھا، کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ: میں ہمیشہ پاک پشتوں سے پاک ارحام کی طرف منتقل ہوتا رہا ہوں اور مشرکین نجس ہیں اور طہارت کو زنا کی پاکی کے ساتھ مخصوص کرنا بلا دلیل ہے، عام الفاظ کا اعتبار ہوا کرتا ہے، نہ کہ خصوصِ اسباب کا اور یہ کہنا کہ یہ شیعہ کا قول ہے، جیسا کہ رازی مدعی ہیں' قلتِ تتبع کا نتیجہ ہے۔ باقی اکثر علماء کی رائے یہ ہے کہ آزر ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چچا کا نام ہے۔''

علامہ آلوسیؒ جیسے محقق کے اس بیان کو دیکھ کر ''حبک الشیء یعمی ویصم''والا مقولہ یاد آجاتا ہے، اس استدلال میں سب سے زیادہ وزنی چیز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حدیث ہے اور یہ کہ طہارت سے طہارتِ ایمانی مراد ہے۔

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ اگر حدیث کے پورے الفاظ سامنے رکھتے تو اُنہیں اس استدلال کی جرأت نہ ہوتی، ابونعیمؒ نے ''دلائل النبوۃ'' میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی یہ روایت ذیل کے الفاظ میں نقل کی ہے اور یہی اس روایت کے اصل الفاظ ہیں:

''لم یلتق أبوای فی سفاح لم یزل اللّٰه عز وجل ینقلنی من أصلاب طیبة إلٰی أرحامٍ طاهرةٍ صافیًا مهذبًا لاتنشعب شعبتان إلا کنتُ فی خیرهما۔''

ترجمہ:......’’میرے والدین کبھی زنا سے ملوث نہیں ہوئے، اللہ عز وجل مجھے پاکیزہ پشتوں سے پاک ارحام کی جانب منتقل کرتا رہا، صاف اور شستہ نکھرا ہوا، جہاں کہیں سلسلۂ نسب دو شاخوں میں تقسیم ہوا میں ان میں سے بہتر شاخ میں رہا۔‘‘

اس روایت میں ’’طہارت من السفاح‘‘ کی تصریح ہے، اب یہاں طہارت کا عموم نہ رہا، بلکہ بنصِ حدیث تخصیص ہوگی اور معلوم ہوگیا کہ طہارت سے مراد طہارتِ ایمانی نہیں، بلکہ نظافتِ نسب، صفاء طینت، تہذیبِ اخلاق اور عام بشری خیریت وشرافت مراد ہے اور یہ بالکل صحیح ہے، ذخیرۂ احادیث اس کی تائید کرتا ہے، تاریخ اور علم الانساب اس کا شاہد ہے۔ باقی رہا اثباتِ ایمان وتوحید سو ’’دونہٗ خرط القتاد‘‘ ایسی روایات ضرور مل جائیں گی جن سے کفر کا پتہ چلتا ہے اور ابراہیم علیہ السلام کے والد کا کفر تو قرآن وحدیث کی قطعی نصوص سے ثابت ہے۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ ہی تنہا اس عقیدہ کو شیعہ کی جانب منسوب نہیں کرتے، ابوحیان توحیدی بھی تفسیر بحر محیط میں اس عقیدہ کو شیعہ کی طرف منسوب کرتا ہے:

’’وقيل إن آزر عَمَّ إبراهيم عليه السلام وليس اسم أبيه وهو قول الشيعة يزعمون أن آباء الأنبياء لايكونون كفارا وظواهر القرآن ترد عليهم لاسيما محاورة إبراهيم مع أبيه فی غير ما آية۔‘‘

ترجمہ:......’’کہا گیا ہے کہ آزر ابراہیم علیہ السلام کے چچا کا نام ہے، باپ کا نام نہیں ہے۔ حالانکہ یہ شیعہ کا عقیدہ ہے، وہ کہتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام کے آباء واجداد کافر نہیں ہوتے۔ قرآن کی صاف اور صریح آیات ان کی تردید کرتی ہیں، بالخصوص ابراہیم علیہ السلام اور ان کے باپ کی گفتگو متعدد آیات میں ہے۔‘‘

بہرحال علامہ کا استدلال اور نظریہ اس مسئلہ میں آہنی بنیاد کا محتاج ہے جو اُسے میسر نہیں آسکتی، چنانچہ سورۂ ممتحنہ میں علامہ نے خود بھی اس سے رجوع کرلیا ہے۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ قرآن کا بیان اپنی جگہ قطعی ہے، ابراہیم علیہ السلام کے باپ کا نام آزر تھا اور کافر وعدو اللہ تھا۔ ابراہیم علیہ السلام نے اس سے بیزاری کا اعلان کیا ہے اور آزر تارخ کی تعریب ہے۔ مدونین ’’انسائیکلوپیڈیا‘‘ نے سطورِ بالا لکھ کر قرآن حکیم کے خلاف اپنی جارحانہ ذہنیت کا مظاہرہ کیا ہے۔

(تحقیق کے بعض گوشے ابھی تشنہ ہیں، کسی دوسری فرصت میں ان شاء اللہ! اس کی تکمیل کی جائے گی)